International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

اسلامی مشاورتی نظام کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

Research Review of Islamic Counselling System in the Light of Quran and Hadith

1. Dr. Muhammad Muavia Khan,
Visiting Lecturer,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: khanm1288@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0003-1518-3789

2. Dr. Muhammad Imran,
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: muhammadimranpak3@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0003-3976-6567

To cite this article: Dr. Muhammad Muavia Khan and Dr. Muhammad Imran. 2021. "Research Review of Islamic Counselling System in the Light of Quran and Hadith". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 3 (Issue 2), 36-50.

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || July - December 2021 || P. 36-50
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/urdu-3-2-3/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.03.02.u03
Journal Homepage	www.islamicjournals.com
Published Online:	July 2021

Abstract:

In this article, the Islamic Counselling system in the light of the Quran and Hadith has been discussed. It is the principle of the Islamic system that if there is no clear text in the Quran and Hadith in any issue related to the individual or the society, the country, or the nation, then consultation is the most essential element of its solution. Shariah has directed that in all cases where there is no clear text in the Quran and Hadith, instead of deciding on one's own and relying on one's intellect, one should seek the opinion of experts in the relevant field. If the heart is inclined to adopt it while trusting in Allah then adopt it, it is interpreted as Shura. Moreover, in the article, the literal meaning of Shura, the basis of the political system, and the objectives of the counseling are discussed briefly.

Keywords: Quran, Hadith, Shura, Counselling, Consultation

اسلامی نظام کا یہ اصول ہے کہ اس کے قیام اور دوام کے سلسلے میں شوریٰ اہم ترین عامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرد اور معاشرے، ملک وملت، علوم و معارف اور اقتصادیات و عمرانیات سے متعلق کسی بھی مسئلے میں اگر صریح نص موجود نہ ہو تو شوریٰ اس کے حل کا اہم ترین عنصر ہے۔ اس صورتِ حال میں شریعت نے ہدایت دی ہے کہ ایسے تمام مواقع پر از خود فیصلہ کرنے اور اپنی عقل و دانش پر اعتماد کرنے کے بجائے متعلقہ کام کے ماہرینِ فن، اربابِ نظر اور ہمدرد و بہی خواہ افراد سے رائے معلوم کر لی جائے، پھر باہمی غور و فکر کے بعد جس جانب دل مائل ہو، اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اختیار کر لے، اس کو (مشورہ یا مشاورت) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کا مقصد خاص یہ ہے امت مسلمہ کو عصر حاضر میں اس اہم ترین اسلامی رکن (شوری) کی اہمیت کو واضح کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنی ہے کہ آیا یہ رکن آج کے دور میں بھی قابل عمل ہے یا نہیں ہے؟ اور اگر قابل عمل ہے تو اس کی حدود و قیود کیا ہیں؟ ذیل میں اس خاص مفروضے کو بنیاد بناتے ہوئے اسلام میں اسلامی مشاورتی نظام کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جس وقت سر زمین مکہ پر صدائے توحید بلند کی تھی تو اس وقت تہذیب نہ آشنا قریش میں بعض ایسی جوہری خصوصیات رونما ہونے لگی تھی جن سے ایک مضبوط ریاست کی تشکیل میں بہت کچھ مدد مل سکتی تھی، یہ مواد خام اس قابل تھا کہ ذرا سی اصلاح کے بعد اس سے پائیدار اور محکم اوزار تیار کیے جاسکتے تھے، انھیں میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ قریش کے اندر اجتماعی نظم اور مرکزیت کی نمایاں اثرات پیدا ہو چکے تھے، اس کی واضح مثال قصی بن کلاب کی ریاست کا وجود ہے۔ اس شخص کا اقتدار تمام قبائل قریش پر حاوی تھا اور قریش کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے سارے عرب میں اس کی عظمت کا سکہ رواں تھا، یہی نہیں بلکہ اس کے دور میں ہمیں ابتدائی طرز کا پارلیمنٹری سسٹم بھی نظر آتا ہے اور قریش کے نمائندے اپنے ہی معاملات کو اس کی سرپرستی میں شوریٰ کے ذریعے طے کیا کرتے تھے۔

> "قریش ایک ایسے سادہ نظام حکومت سے آشنا تھے جس کے خمیر میں شورائیت گوندھی گئی تھی، مکہ کے نظام حکومت کا یہ پہلو اسلامی روح کے عین مطابق تھا اس لئے اسلام نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اسے باشندگان مکہ کو ایک ایسے نظام مملکت کا تصور دینے میں کوئی دشواری نہیں پیش آئی جس کی اساس شورائیت پر رکھی گئی ہو"۔ [1]

1. شوریٰ کا لغوی مفہوم

شوریٰ کے لفظ کا مادہ (ش۔و۔ر) ہے۔ اکثر لغویین نے اس کو باب افعال میں (اشعار علیہ) سے مشتق اسم قرار دیا ہے۔ بعض اہل لغت کا کہنا یہ بھی ہے کہ یہ لفظ باب تفاعل یعنی (تشاور) سے مشتق ہے۔ ان میں سے پہلی رائے زیادہ معروف اور راجح ہے۔

امام خلیل بن احمد الفراہیدیؒ (متوفی ۱۷۵ھ) کا کہنا ہے کہ (مشورۃ) بھی لفظ شوریٰ کی طرح باب افعال ہی سے نکلا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"والمشورة مفعلة اشتق من الاشارة اشرت عليهم بكذا ويقال: مشورة"۔ [2]

"اور (مشورۃ) کا وزن (مفعلۃ) ہے اور یہ بھی باب افعال کے مصدر سے مشتق ہے"۔

جیسا کہ عرب کہتے ہیں:

(اشرت علیہم بکذا) اور اس کو (مشورۃ) بھی کہتے ہیں۔

1- Umri,Jalal-udin,Islam ka Shurai Nizam,Pakistan,Maktaba,Tamer-e-Seerat,Lahore,p72
2- Al-Frahdi, Khalil bin Ahmad, Kitab ul Ain, Dar Ihya Al-Turath Al-Arabi, Beirut, 281/6

ڈاکٹر احمد علی الامام لکھتے ہیں:

"ولعل اجمع تعریف للشوری بمعناها الفقهی العام الشامل لمختلف انواعها هو القول بانها رجوع الامام او القاضی او آحاد المکلفین فی امر لم یستبن حکمه بنص قرآنی او سنة او ثبوت اجماع الی من یرجی منهم معرفته بالدلائل الاجتهادیة من العلماء المجتهدین ومن قد ینضم الیهم فی ذلك من اولی الدرایة والاختصاص"۔ (3)

"شاید شوریٰ کے جامع ترین تعریف جو اس کے مختلف فقہی معانی اور انواع واقسام کو شامل ہو، وہ یہ ہے کہ شوریٰ سے مراد امام یا قاضی یا کسی مکلف یا کسی ایسے معاملے میں جس کا حکم قرآن، سنت یا اجماع کے ثبوت سے متعلق کسی نص سے واضح نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے ان علمائے مجتہدین کی طرف رجوع کرنا جو اس حکم کو اس کے اجتہادی دلائل سے جاننے کی صلاحیت رکھتے ہوں"۔

ڈاکٹر مصطفی قطب سانوؒ لکھتے ہیں:

"والشوری فی ابسط تعریفاتها تعنی : تداول الآراء حول مسألة ما للوصول الی الحل الا مثل .وعرفها بعضهم بأنها : طلب آراء اهل العلم والرأی فی قضیة من القضایا، التی لم یرد فیها نص صریح مباشر من الکتاب والسنة"۔ (4)

"شوریٰ کی جامع ترین تعریف یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کے بہترین حل کے لئے مختلف آراء کا موازنہ کرنا، بعض اہل علم نے اس کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اس سے مراد کسی ایسے مسئلے میں اصحاب علم وفضل کی آراء کو جمع کرنا ہے، جس میں کتاب وسنت کی کوئی صریح نص وارد نہ ہوئی ہو"۔

2. لفظ شوریٰ کا عرفی استعمال

شوریٰ کا لفظ اگرچہ اسلامی فقہی ذخیرے میں وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے لیکن تقریبا ہر دور میں اس لفظ کا اکثر وبیشتر استعمال سیاسی اور ملکی نظام ونسق سے متعلق کسی سرکاری اجتماعی ادارے پر ہوتا رہا ہے۔

نصر محمد الکرنز لکھتے ہیں:

"ان فقهائنا یستعملون اصطلاح الشوری فی معناها الضیق یتعلق باالتنظیم السیاسی ،وان السمة الفقهیة غیر واضحة فیها"۔ (5)

"ہمارے فقہاء عام طور پر ' شوریٰ ' کی اصطلاح سیاسی نظام سے متعلق محدود کرتے ہوئے استعمال کرتے ہیں اور اس طرح اس لفظ کے معنی میں موجود فقہی جہت غیر واضح رہ جاتی ہے"۔

3- Majmoua min Ulema Al-Arab, Al-Shora Fi Al-Islam , Mjmaa Al-Malki Libahoth Al-Hazaratul Islamiyah, Uman, 488/2 -

4- Al-Shora Fi Al-Islam , 488/2

5- Al-Nadvi, Abul-Hassan Ali, Al-Ijtihad ul Jimaee, Islami Fiqh Academy, India, p, 42

ڈاکٹر توفیق الشاوی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

"و کثیر من الکتاب والباحثین لا یتکلمون عنہا الا فی صدد نظام الحکم او الدولۃ مما یفھم منہ ان موضوعھا ھو(دیمقراطیۃ الحکم)ای انھا مقصورۃ علی القرارات الجماعیۃ المتعلقۃ بنظام الدولۃ اوالحکم"۔ (6)

"اکثر و بیشتر مصنفین اور محققین 'شوریٰ' کے بارے میں حکومتی یا ریاستی نظام کے ذیل میں بحث کرتے ہیں۔ جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شوریٰ کا اصل موضوع حکومتی مسائل میں مشاورت ہے یعنی 'شوریٰ' کا لفظ ان اجتماعی قراردادوں میں محصور ہے جو ریاست یا حکومت کے نظام سے متعلق ہوں (حالانکہ ایسا نہیں ہے)"۔

3. شوریٰ کی اہمیت از روئے قرآن

قرآن مجید میں دو آیات اس لحاظ سے بہت ہی اہم ہیں کہ ان میں شوریٰ کا حکم دیا گیا ہے ایک آیت مکی سورۃ کی ہے اور دوسری مدنی سورت میں ہے۔ پہلے ہم مکی سورت کی آیت کو بیان کرتے ہیں کیونکہ زمانہ نزول کے اعتبار سے وہ مقدم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ "۔ (7)

اور ان کا کام آپس میں مشاورت (سے طے ہوتا) ہے۔

سورۃ شوریٰ ایک مکی سورت ہے اور مکہ میں بھی اہل ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے اس صفت کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے کہ وہ اپنے باہمی معاملات کو مشورے سے طے کرتے ہیں۔

موجود اور مروجہ دینی لٹریچر میں حاکم کی اطاعت پر زیادہ زور ملتا ہے، نظام سیاست شورائی ہو اس پر گفتگو بہت کم ہے، اس سلسلے میں ایک زوردار بیان مشہور مفسر ابن عطیہ اندلسی کا ہے، (وشاورھم في الأمر) کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

" والشوری من قواعد الاسلام وعزائم الأحکام، ومن لا یستشیر أھل العلم والدین فعزلہ واجب، ھذا ما لا خلاف فیہ"۔ (8)

"شوریٰ اسلام کی بنیادوں میں سے ہے اور اس کا شمار اہم ترین احکام میں ہوتا ہے، اور جو حکمران اہل علم و دین سے مشورہ نہیں کرے اسے معزول کرنا واجب ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

گویا ابن عطیہ کے نزدیک شورائیت کو نظر انداز کر دینے والا حاکم اس قابل ہے کہ اسے معزول کر دیا جائے، بلکہ لوگوں پر واجب ہے کہ اسے معزول کر دیں، ان کے مطابق اس پر سب کا اتفاق ہے، تاہم ابن عطیہ کے اس موقف سے ابن عرفہ نے اختلاف کیا ہے، انہیں اس

6- Shavi, Dr Taufeeq, Fiqh ul Shora Wal-Istishara, Darul Wafa Li-Tabah Wal-Nashar Wal-Tauzegh, Al-Mansoorah, 1412AH, pp.101-103

7- Al-Shoora, 42:38

8. Ibne Attiyah, Abdul-Haq bin Ghalib, Al-Muharrarul Wajeez fi Tafseer Al-Kitab Al-Aziz, Tehqeeq Al-Majlis Al-Aleemi, Bifass, Darul-Kutub Al-Islami Cairo, 35/2

اصولی بات سے اختلاف نہیں ہے کہ شورائیت مطلوب اور واجب ہے، لیکن اگر حاکم وقت شورائیت سے روگردانی کرے تو کیا اسے معزول کرنا واجب ہو گا، اس پر وہ ابن عطیہ سے اختلاف کرتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ جب فسق کی بنا پر حاکم کو معزول کرنا واجب نہیں ہے تو محض شورائیت کو ترک کر دینے کی وجہ سے یہ اقدام کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

جدید مفسرین میں ابن عاشور نے ابن عطیہ کے موقف کی پرزور تائید کی ہے، انہوں نے ابن عرفہ کے موقف میں موجود کمزوری کی نشاندہی کی، ابن عرفہ کا خیال تھا کہ ترک شورائیت فسق کے درجہ کی چیز ہے یا اس سے بھی کم درجہ کی، ابن عاشور نے بتایا کہ فسق کے مقابلے میں ترک شورائیت بہت سنگین مسئلہ ہے، کیونکہ ترک شورائیت تو اسلام کے پورے سیاسی نظام کی بنیاد منہدم کر دینے کے ہم معنی ہے، اگر کوئی حاکم شورائیت ترک کر کے استبداد کا راستہ اختیار کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے ہاتھوں سے اس نظام کی پوری عمارت زمین بوس کر دی جس کی نگہبانی پر اسے مامور کیا گیا تھا، یا جس کی اس سے توقع کی گئی تھی، ایسی صورت میں پھر خود اس کے منصب حکمرانی پر برقرار رہ جانے کا کوئی جواز نہیں بنتا، بلکہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اسے معزول کر کے اسلامی نظام کی عمارت کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ عام فسق کا تعلق حاکم کی ذاتی زندگی سے ہوتا ہے، لیکن ترک شورائیت سے تو امت کی زندگی کو نقصان پہونچتا ہے، جس کی اجازت کسی کو نہیں ملنی چاہئے۔ [9]

قرآن کی ایک اور آیت میں امور سلطنت میں مسلمانوں کو باہمی مشاورت کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ"۔ [10]

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کاموں میں مشورہ کریں۔

یہ آیت مبارکہ مدنی ہے اور غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے پہلے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختلف امور میں مشورہ طلب کرتے تھے اور غزوہ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مشورہ طلب کیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت ہی کے مشورے کا احترام کرتے ہوئے مدینہ سے باہر نکل کر کفار مکہ سے جنگ لڑنے کا ارادہ کیا، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں رہتے ہوئے جنگ لڑی جائے اس جنگ میں بظاہر مسلمانوں کو شکست ہوئی اس لیے اس بات کا امکان موجود تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئندہ کے لئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ لینا بند کر دیتے۔ اس احتمال کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کے عمل کو جاری رکھنے کی ہدایت کی گئی۔

ابن منظور اپنی معرکۃ الاراء تصنیف لسان العرب میں لکھتے ہیں :

"الامر نقیض النہی۔۔والامر الحادثہ"۔ [11]

"امر، نہی کا مقابل ہے یعنی حکم دینا اور امر کے معنی حادثہ اور واقعہ کے بھی آتے ہیں"۔

---

9. Ibne aashor Muhammad Al-Tahir, Al-Tehreer Wal-Tanveer, Mouassisah Al-Tareekh ul Arbi, Beirut, 286/3
10- Al-Imran, 3:159
11. Ibne Manzoor, Allamah Jlaluldeen Muhammad bin Mukrim, Lisan ul Al-Arab, Huzail Madah Al-Amar, Darul-Sadir Beirut, 26/4

امام لغت کی اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ امر کے معنی حکم اور حکومت بھی آتے ہیں اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حکومت کے معاملات میں اور اہم معاملات میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے رہو۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ، امام جصاص حنفیؒ، امام رازیؒ، امام بغوی رحمہ اللہ، امام ابن جوزی رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور علامہ آلوسی رحمہ اللہ سب نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ لینے کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ امت کیلئے شورائیت کی سنت قائم ہو جائے تاکہ آئندہ امت آمریت کے راستے پر نہ چلے اور شورائیت کے شرعی قاعدے پر سختی کے ساتھ قائم رہے۔ [12]

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں سلف کے تین اقوال نقل فرمائے ہیں:

1۔ پہلے قول کے مطابق اللہ سبحانہ وتعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگی تدابیر اور دشمن سے ملاقات کے وقت اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کا حکم دیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس مشورے سے اگرچہ غنی اور بے نیاز تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی براہ راست اللہ تعالی کی رہنمائی حاصل ہوتی لیکن اہل ایمان کی تالیف قلب کے لئے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؒ کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"امر الله نبيه ﷺ ان يشاور اصحابه في الامور وهو يأتيه وحي السماء، لانه اطيب لانفس القوم وان القوم اذا شاور بعضهم بعضاً وارادوا بذلك وجه الله، عزم لهم على ارشده"۔ [13]

"اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف امور میں اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے وحی بھی آتی تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنا ان کے دلوں کے لئے سکون واطمینان کا باعث تھا اسی طرح جب کسی قوم کے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں اور ان کا مقصود اللہ کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے تو اللہ تعالی ان کو اپنی بہترین رہنمائی عطا فرماتے ہیں"۔

اسی سے ملتی جلتی آرا کا اظہار حضرت ربیع رحمہ اللہ اور ابن اسحاق رحمہ اللہ سے بھی مروی ہے۔ [14]

2۔ سلف کے دوسرے قول کے مطابق آپ ﷺ کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کا حکم جاری کرنے میں اصل حکمت یہ تھی کہ کسی مسئلے میں تدبیر کرتے ہوئے صحیح رائے کا حصول ممکن ہو اور اسی وجہ سے مشورہ کو افضل بھی قرار دیا گیا ہے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ما امر الله عزوجل نبيه ﷺ بالمشورة، الا لما علم فيها من الفضل"۔ [15]

---

12. Molina, Gohar Rehman, Islami Siyasat, Maktabah Tafheem ul Quran, Mardan, Pakistan, 2010, p, 287 -
13- Tibbri, Muhammad bin Jareer bin yazeed bin Ghalib, Tafseer Al-Tabri, Mouassisah Al-Risalah, Beirut, 1420AH, 344/4
14- Tafseer Al-Tabri, 344/7
15- Tafseer Al-Tabri, 354/7

"اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسی لیے مشورے کا حکم دیا ہے کہ مشورہ کرنے میں فضیلت ہے"۔

اس رائے کا اظہار حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے بھی کیا ہے۔ (16)

3۔ متقدمین مفسرین کے تیسرے قول کے مطابق اللہ سبحانہ و تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کا حکم اس لئے دیا کہ بعد میں آنے والی امت کے لئے ان مسائل میں مشورہ کرے، کہ جن کے بارے میں قرآن و سنت میں کوئی صریح حکم نہیں ہے، کے بارے میں ایک سنت جاری ہو جائے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"هي للمومنين، ان يتشاوروا فيما لم يأتهم عن النبي ﷺ فيه اثر"۔ (17)

"یہ حکم اصل میں اہل ایمان کے لیے ہے کہ وہ ان مسائل میں مشورہ کریں کہ جن میں اللہ کے نبی ﷺ سے کوئی اثر مروی نہیں ہے"۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول منقول ہے اس قول کے مطابق آپ ﷺ کو اس آیت میں بعض مخصوص صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنے کا حکم جاری فرمایا گی۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

"عن ابن عباس في قول الله عز و جل (وشاورهم في الامر) قال ابو بكر و عمر رضى الله عنهما" (18)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ 'وشاورھم فی الامر' میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کریں۔

مفسرین کی ایک بڑی جماعت کا خیال یہی ہے کہ اس آیت میں امر کا صیغہ وجوب کے لئے آیا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کرنا واجب تھا۔

ڈاکٹر احمد علی الامام لکھتے ہیں:

"والمختار الذي عليه جمهور الفقهاء و محققو الاصول ان الامر للوجوب وقرر الامام ابن حجر العسقلاني ان الصحيح المختار هو وجوب الشورى وعلى ذلك ايضا مذهب الاحناف حيث يقول الامام الجصاص في تفسير قوله (وامرهم شورى بينهم) هذا يدل على جلالة موقع المشورة

16- Tafseer Al-Tabri, 354/7
17- Tafseer Al-Tabri, 345/7
18- Hakim, Muhammad bin Abdullah Al-Nisabori, Al-Mustadrik Ala Al-Saheehain, Darul-Kutub Al-ilmiyah, Beirut, 1411AH, Kitab Maarifah Al-Sahaba, Hadith no, 4436

لذکرھامع الایمان واقامة الصلاة،ویدل علی اننا مامورون بھا وھذا ماذھب الیه الامام الرازی حیث یقول: ظھر الامر الوجوب فی قوله تعالی: (وشاورھم) وھو یقتضی الوجوب"۔ [19]

"راجح قول کہ جس کو محققین فقہاء اور جمہور اصولیین نے اختیار کیا ہے، کے مطابق فعل امر وجوب کا فائدہ دیتا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی رائے بھی یہی ہے کہ شوریٰ کا وجود ایک واجب حکم ہے۔ حنفیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ امام جصاص رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں 'وامرھم شوریٰ بینھم' کے ذیل میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ مشورہ کی عظمت کو اس اعتبار سے واضح کررہی ہے کہ اس میں ایمان اور اقامت نماز کے ساتھ اس کا حکم جاری فرمایا ہے، اسی طرح یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہم بھی شوری کے حکم پر مامور ہیں۔ اسی رائے کو امام رازی رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، ظاہر عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ 'وشاورھم فی الامر' میں فعل امر وجوب کے لیے ہے اور وأمر وجوب ہی کا متقاضی ہے"۔

4. شوریٰ کی اہمیت از روئے حدیث

اسلامی و سیاسی نظام میں صالح، کامیاب اور پرامن زندگی گزارنے کے لیے مشاورتی نظام اپنانا ازحد ضروری ہے، بلاشبہ مشورہ خیر و برکت، عروج وترقی اور نزولِ رحمت کا ذریعہ ہے، اس میں نقصان وشرمندگی کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما شقی عبد بمشورة وما سعد باستغناء رأی"۔ [20]

"کوئی انسان مشورہ سے کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا اور نہ ہی مشورہ ترک کرکے کبھی کوئی بھلائی حاصل کرسکتا ہے"۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"ماخاب من استخار ولا ندم من استشار"۔ [21]

"جس نے استخارہ کیا وہ ناکام نہیں ہوا اور جس نے مشورہ کیا وہ شرمندہ نہ ہوا"۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے:

"المشورة حصن من الندامة وأمن من الملامة"۔ [22]

"مشورہ شرمندگی سے بچاؤ کا قلعہ ہے اور ملامت سے مامون رہنے کا ذریعہ ہے"۔

امام شافعیؒ نقل کرتے ہیں :

19- Dr.Ahmed Ali Alimam,Nazratun Muaasaratun fi fiqhishShura, Retrieved August 29,2009,from http://www.dahsha.com/viewarticle.php?id=28890.
20. Abu Abdullah, Muhammad bin Ahmad bin Abi Bakar Al-Qurtabi, Al-Jamei liAhkam Al-Quran, Darul-kutub Al-Misriyah, Cairo, 161/4
21. Al-Moujam Al-Ausat Lil-Tibrani, Maktabah Al-Maarif, Riyadh, Hadith no, 6816
22. Abul-Hussain Al-Mawardi, AdabulDeen wal Dunya, Darul Shabah Lilturath, 277/1

عن ابن شهاب عن ابی هریرۃ قال:"مارائیت احدا اکثر مشورۃ لاصحابه من الرسول الله ﷺ"۔[23]

حضرت ابن شہاب زہریؒ حضرت ابوہریرۃؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "میں اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کو بھی صحابہؓ سے مشورہ کرتے نہیں دیکھا "۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنے والا ہو"۔ [24]

3۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"مشورہ کرنے والا شخص کبھی حق سے محروم نہیں ہوتا اور اپنی ذاتی رائے کو کافی سمجھنے والا خود پسند شخص کبھی سعید نہیں ہو سکتا"[25]

حضرت علیؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ "اگر ہمارے درمیان کوئی واقعہ پیش آجائے جس کے بارے میں نہ کوئی امر ہو اور نہ ہی تو ایسے واقعے کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا اس بارے میں عبادت گزار اور دیانت دار ماہرین شریعت سے مشوری کر لیا کرو اور انفرادی رائے اختیار نہ کرو" [26]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے بھی تھے کہ جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل طور پر مشورہ فرمایا کرتے تھے۔اپنے اس طرز عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے ایک سنت جاری فرمارہے تھے۔ایک روایت کے الفاظ ہیں:

"عن سعید بن المسیب قال: کان ابو بکر الصدیق رضی الله عنه من النبی ﷺ مکان الوزیر فکان یتشاورہ فی جمیع الامور"۔ [27]

حضرت سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا :"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر کے مقام پر فائز تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریبا تمام معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔اس طرح کی اور بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ کا عمل انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطحوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں غالب و نمایاں تھا"۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اکثر و بیشتر شورائی مجالس کا موضوع امور سلطنت و حرب ہوتا تھا جبکہ خلفائے راشدین کے دور میں تشکیل پانے والی شوری کے اکثر اجتہادات کی نوعیت فقہی تھی۔امام دامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

23- Ibne Abi Hatim, Abdul Rehman bin Muhammad abi bin Idrees bin Munzir, Tafseer ibne Abi Hatim, Al-Maktabah Al-Asriyah, Beirut, 801/3
24. Abu Esa, Al-Termazi, Muhammad bin Esa, Hadith no, 1341/1
25. Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad bin Abu Bakar Al-Qurtabi, Al-Jamei Li-Ahkam Al-Quran, Darul-Kutub Al-Misriyah, Cairo, 251/4
26. Al-Haismi,Noor-udin,Ali bin abi baker,Majmau-ul-Zawaid,Bieroot,Dar-ul-kutub,168/1
27- Mustadrak Ala Al-Saheehain, Hadith no, 4408, p, 66/3

"عن المسيب بن رافع قال : كانوا اذا نزلت بهم قضية ليس فيها من الرسول الله ﷺ اثر اجتمعوا الها واجمعوا ،فا الحق فيما رأوا،فا الحق فيما رأوا"۔ (28)

مسیب بن رافع سے منقول ہے:"جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش آتا تھا کہ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اثر موجود نہ ہوتا تھا تو وہ اس کے لئے اکٹھے ہو کر مشورہ کرتے اور ایک رائے پر اتفاق کر لیتے تھے۔ پس حق وہی ہے جو انہوں نے سمجھا ہے۔ پس حق وہی ہے جو انہوں نے سمجھا ہے"۔

حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا جب بھی انہیں کوئی مسئلہ صریح طور پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے نا ملتا تو وہ کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بارے میں مشورہ کرتے تھے"۔ وہ فرماتے ہیں:

" كان ابو بكر الصديق ،اذا ورد عليه الخصم نظر فى كتاب الله ، فان وجد فيه ما يقضى بينهم فقضى به،وان لم يكن فى الكتاب وعلم من الرسول الله ﷺ سنة قضى به، فان اعياه خرج فسأل المسلمين وقال: اتانى كذا و كذا فهل علمتم ان رسول الله ﷺ قضى فى ذلك بقضاء ؟فربما اجتمع اليه النفر كلهم يذكر من الرسول الله ﷺ فى قضاء ،فيقول ابو بكر : الحمد لله الذى جعل فينا من يحفظ على نبينا فان اعياه ان يجد فيه سنة من النبى ﷺ جمع رؤوس وخيارهم فاستشارهم فان اجمع رأيهم على امر قضى به"۔ (29)

"جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہوتا تھا تو کتاب اللہ میں غور و فکر کرتے تھے۔ پس اگر انہیں کتاب اللہ میں کوئی ایسی چیز مل جاتی کہ جس کے مطابق وہ فیصلہ کر سکیں تو اس کے ساتھ فیصلہ کر دیتے تھے۔ پس اگر کتاب اللہ میں کوئی مسئلہ موجود نہ ہوتا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ان کے علم میں ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے۔ اور اگر انہیں کوئی سنت نہ ملتی تو وہ مسلمانوں کی طرف نکلتے اور ان سے پوچھتے اور کہتے: میرے پاس فلاں فلاں مسئلہ آیا ہے، کیا تم میں سے کسی کے پاس اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی فیصلہ محفوظ ہے۔ بعض اوقات لوگوں کی ایک جماعت ان کے پاس اکٹھی ہو جاتی ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قضا کے بارے میں خبر دیتی اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے مابین ایسے لوگ پیدا کیے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے فیصلوں کو محفوظ رکھتے ہیں۔ پس اگر وہ کسی مسئلے میں اللہ کے رسول ﷺ کی کوئی سنت پانے سے بھی عاجز آ جاتے تو بہترین اور قابل افراد کو اکٹھا کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے بس اگر ان کی رائے کسی مسئلے پر متفق ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے تھے"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی بعض روایات سے اسی طرز عمل کی نشاندہی ہوتی ہے، جیسا کہ ایک روایت کے الفاظ ہیں :

28- Darmi, Abdullah bin Abdul-Rehman, Sunan Al-Darmi, Darul-Kutub Al-Arabi Beirut, 1407AH, Hadith no, 115, p, 61/1

29- Sunan Al-Darmi, Hadith no, 161, p, 69/1

"قال جعفر و حدثنی میمون ان عمر بن الخطاب ؓ کان یفعل ذلك فان اعیاه ان یجد فی القرآن والسنة نظر هل کان لابی بکر رضی الله عنه فیه قضاء فان وجدوا ابابکر رضی الله عنه قد قضا فیه بقضاء قضی به والا دعا رؤوس المسلهمین وعلمائهم فاستشارهم فاذا اجتمعوا الامر قضی بینهم"۔ [30]

جعفر کہتے ہیں اور مجھے بر قان بن میمون نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ:"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے پس اگر وہ اس سے عاجز آجاتے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حکم پالیں تو یہ غورو فکر کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس بارے میں کوئی فیصلہ جاری کیا ہے یا نہیں۔ پس اگر وہ اس بارے میں اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی فیصلہ پالیتے تو اسی کے مطابق فیصلہ جاری فرمادیتے تھے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تا تو مسلمانوں کے امراء اور چیدہ چیدہ افراد کو اکٹھا کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ پس جب وہ ایک رائے پر اکٹھے ہو جاتے تھے تو اس کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ فرمادیتے تھے"۔

5. عہد نبوی ﷺ میں عملی مشاورت

5.1. آذان کی مشاورت

حضرت انس بن مالکؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ:

"مدنی دور کے آغاز میں لوگ نماز کے اوقات اپنے اپنے اندازے سے متعین کرتے تھے ایک روز اس کے لیے مشورہ کیا گیا کسی نے یہود کے بوق (سینگ) کی تجویز پیش کی، اور کسی نے نصاریٰ کے ناقوس (چھوٹی لکڑی کو بڑی لکڑی پر مارنا) کی، مگر حضرت عمرؓ نے تجویز پیش کی کہ ایک شخص کو مقرر کیا جائے جو نماز کے اوقات میں بلند آواز سے لوگوں کو بلائے، چنانچہ اسی پر فیصلہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کام پر حضرت بلالؓ کو مقرر فرمایا"۔ [31]

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ بذریعہ شورائیت خلیفہ منتخب کیے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے پہلے ہی خطبے میں مسلمانوں پر یہ بات واضح فرمادی کہ اگر میں تم لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق لے چلوں تو میری اطاعت کرو، ورنہ میری اطاعت تم پر واجب نہیں اور اگر کبھی کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔

6. عہد خلفائے راشدین میں عملی مشاورت

حضرت صدیق اکبرؓ نے بھی مجلس شوریٰ کی حیثیت قائم رکھی۔ آپؓ کی مجلس شوریٰ میں مہاجرین و انصار کا وہ طبقہ تھا جسے کبار صحابہ کرامؓ کہا جاتا ہے۔ یہ وہ حضرات تھے جو نہ صرف سابقون الاولون تھے بلکہ قرآن و سنت کا بھی بخوبی علم رکھتے تھے اور اجتہاد کرنے اور مسائل کو قرآن و سنت سے استناد کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔

30- Beihqi, Ahmad bin Hussain, Al-Sunan Al-Kubra, Darul Baaz Makkah Al-Mukarmah, Hadith no, 20128, p, 114/10

31. Bukhari, Muhammad bin Ismail,Al-Jami alsahih,Bab-ul-Azan,Hadith no:6920.

حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ پورے دور خلافت میں شورائی نظام کم و بیش اسی طرح چلتا رہا۔ خلفائے راشدینؓ کے عہد تک جو تقریباً تیس سال پر محیط ہے اراکین شوریٰ قرآن و سنت سے مکمل واقفیت، تقویٰ، فہم و فراست، عقل و تدبر، راست بازی اور اخلاص کی بنا پر رائے دینے اور مشورہ کرنے کے قابل سمجھے جاتے تھے۔ وہ چاپلوسی اور تقاضائے مصلحت سے ناآشنا تھے اور خلیفہ وقت یا حاکم کی مرضی کے تابع نہ تھے کیونکہ وہ حکومت کے تنخواہ دار اور ملازم نہ تھے اور خلاف الٰہیہ قائم کرنا ہی ان کی زندگی کا نصب العین تھا۔

خلیفہ اپنی مجلس شوریٰ سے مشورہ کرنے کے بعد اگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ پاتا تو دارالخلافہ یعنی مدینہ کے تمام شہریوں کے سامنے وہ مسئلہ رکھ کر لوگوں کو آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کا موقع بہم پہنچاتا جیسے حضرت عمرؓ کی خلافت میں عراق کی مفتوحہ زمینوں کا معاملہ ہی لے لیجیے، افسران فوج یہ چاہتے تھے کہ مفتوحہ زمینیں انھیں بطور جاگیر دے دی جائیں مگر حضرت عمرؓ جاگیر داری اور زمینداری نظام کو پسند نہ فرماتے تھے۔

"خلافت راشدہ کے دور میں اہل علم کی مجلس شوریٰ موجود تھی جن سے مختلف امور اور غیر منصوص مسائل کے سلسلے میں مشورہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب تصفیہ طلب کوئی معاملہ درپیش ہوتا تو پہلے وہ اللہ کی کتاب میں دیکھتے اگر اس میں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ ملتا تو رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تلاش کرتے اس میں مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اگر خود تلاش نہ کر پاتے تو لوگوں سے سوال کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں ایسا ایسا فیصلہ فرمایا ہے اگر کسی طرح ان کو رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ ملتی تو اہل علم کے رؤساء کو جمع کر کے ان سے مشورہ چاہتے جب وہ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے"۔ [32]

حضرت عمر فاروقؓ کا بھی یہی طرز عمل تھا فرق صرف اس قدر ہے کہ اگر کتاب و سنت میں کوئی حکم نہ ملتا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلوں کی طرف رجوع فرماتے پھر مشورہ واجتہاد کرتے تھے۔ [33]

اس سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد عراق کی زمین کی تقسیم و تنظیم کا مسئلہ کہ اس کو فوجیوں میں تقسیم کر دیا جائے یا انہی کے قبضے میں رہنے دیا جائے دونوں قسم کی آراء موجود تھیں اور کئی دن تک مشورہ ہوتا رہا"۔ [34]

حضرت عثمانؓ نے اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا "کہ کتاب و سنت کے بعد میں اس فیصلے کا پابند رہوں گا جس پر تمہارا اتفاق رائے ہو چکا ہو۔ [35]

حضرت علی کا یہ قول بھی کتنا جامع ہے:

"الاستشارة عين الهداية وقد خاطر من استغنٰى برأيه"۔ [36]

"مشورہ عین ہدایت ہے اور جو شخص اپنی رائے سے ہی خوش ہو گیا وہ خطرات سے دوچار ہوا"۔

32. Ameeni, Muhammad Taqi, Ijtihad Ka Tareekhi Passe Manzar, p, 44
33. Ijtihad Ka Tareekhi Passe Manzar, p, 44
34. Ijtihad Ka Tareekhi Passe Manzar, p, 47
35. Al-Tabri, Abu Jaffar Muhammad bin Jareer bin Yazeed, Tareekh Al-Tabri, Tareekh ul Rusul Wal-Malook, DarulTrath Beirut, 159/5
36. Ali bin Hazam, Al-Madkhal, Darul Nfais Al-Urdan, Umman, 48/4

اس میں حکمت یہ ہے کہ ایک انسان جب اپنی رائے پر عمل کرتے ہوئے کوئی کام کرتا ہے اگر اس میں ناکامی ہو جائے تو بہت سی زبانیں لعن طعن کرنے لگتی ہیں، ملامت کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے اور پھر بڑی ذلت محسوس ہوتی ہے؛ لیکن اگر مشورہ کے بعد کوئی کام کیا جائے تو عام طور پر اس میں ناکامی نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ مشورہ کی برکت سے خیر کی راہیں کھول دیتا ہے اور اگر فیصلہ تقدیر کے سبب مشورہ کے تحت کیا ہوا کام بار آور اور نتیجہ خیز نہیں ہو سکا تو بھی اس میں لوگوں کے سامنے شرمندگی اٹھانی نہیں پڑتی؛ اس لیے کہ اس میں صرف اسی کی عقل و فکر شامل نہیں ہے؛ بلکہ مختلف اربابِ نظر اور ماہرین فن کی رائیں اور عقلیں شامل ہیں، ملامت کس کس کو کی جائے اور ملامت کرنے والا بھی اپنی اصابتِ رائے کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اس لیے مشورہ میں دیگر اہم فائدوں کے ساتھ ایک بڑا فائدہ ملامت اور طعن و تشنیع سے نجات بھی ہے۔

سیاسی نظام کی اساس

سورہ شوری کی آیت شوری کا صریح تقاضا ہے کہ سیاسی نظام کی صورت گری، حکومتی اداروں کا قیام اور حاکم کا انتخاب بذریعہ شوری ہو، اور مملکت کے تمام فیصلے شورائیت کے ذریعہ ہوں۔

دنیا کے حالات پر جن کی نظر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ دنیا میں جتنے بھی دینی و ملی ادارے چل رہے ہیں، ان میں جن کا نظام مشورہ سے مربوط ہے، ان کے تمام امور مستحکم اور پائیدار ہیں اور وہ تمام داخلی و خارجی فتنے و فساد سے پاک ہیں۔ لیکن جب کسی ادارے یا حکومت کو خاندانی یا وراثتی نظام پر چلایا جاتا ہے تو پھر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حکومت دیرپا نہیں ہوتی، ہزار طرح کے مسائل وہاں جنم لیتے ہیں اور ایک دن پورا شہر فتنہ و فساد کے لپیٹ میں آجاتا ہے، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں حکمرانی کا یہی طریقہ رائج تھا، اسی وجہ سے وہاں ہر گھر، ہر خاندان، ہر قبیلہ الگ الگ خانوں میں منقسم ہو گیا تھا فتنہ و فساد کا ایک سیلاب تھا، جس پر کوئی بندش نہیں تھی، لوگوں کو کسی گرفت کا احساس نہیں تھا؛ اس لیے جو شخص جو چاہتا کر تا تھا اور پھر یہیں سے زناکاری، شراب نوشی، ڈاکہ زنی، لوٹ کھسوٹ، قتل و غارت گری، جیسے ہزاروں جرائم وجود میں آئے اسلام نے اس طریقہ کو مٹا کر مشاورتی نظام قائم کیا، مختلف نوعیتوں سے مشورہ کی اہمیت بیان کی گئی؛ بلکہ اس کو مسلمانوں کا وصف خاص قرار دیا گیا۔

ارشاد باری ہے:

"وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"۔[37]

"ایمان والے وہ ہیں جنھوں نے اپنے رب کے حکم کو مانا، نماز قائم کی اور ان کے کام باہم مشورہ سے ہوتے ہیں اور جو ہم نے دیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں"۔

اس آیت میں مسلمانوں کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں، ان میں ایک وصف باہمی مشورہ بھی ہے یعنی کسی اہم معاملہ کو آپسی رایوں کے ذریعہ حل کیا جانا، کامل اور پختہ ایمان مسلمانوں کی صفت ہے۔

7. مجلس شوریٰ کی صفات

مشورہ ایک امانت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"ان المستشار موتمن"۔

37. Al-Shoora, 42:38

"جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ معتمد ہوتا ہے"۔

ارشاد ربانی ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا"۔ [38]

"بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے (اے ایمان والوں) کہ تم حوالے کرو امانتوں کو ان کے حقداروں کے"۔

جو لوگ اہلیت اور معیار نمائندگی پر اترتے ہونگے ان کو شوریٰ کا رکن بنایا جائے گا بنیادی شرائط یہ ہیں۔

ایمان: اسلامی ریاست کی مجلس شوریٰ کا کام اسلامی قوانین کی تشریح و تعبیر بھی ہے، نئے مسائل میں اجتہاد کرنا بھی ہے اور اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لیے تدابیر سوچنا بھی اس کا کام ہے تو جو شخص سرے سے اسلام پر عقیدہ ہی نہ رکھتا ہو اسے یہ اہم ترین ذمہ داری کیسے دی جاسکتی ہے۔

فقاہت: اسلامی ریاست کا دستور اساسی کتاب و سنت ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ارکان کتاب و سنت اور اسلامی تعلیمات میں گہری بصیرت رکھتے ہوں۔

عدالت ودیانت: قرآن کریم میں فساق وفجار کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے، فاسق وفاجر شخص جب گواہ اور قاضی نہیں بن سکتا تو قانون ساز ادارے کا رکن کیسے بن سکتا ہے ؟ جو شخص نماز، روزے کا پابند نہ ہو، فحاشی اور اخلاقی جرائم کا عادی ہو وہ نہ مسلمانوں کو معتمد بن سکتا ہے اور نہ مخلصانہ مشورہ دے سکتا ہے لہٰذا ارکان مجلس شوریٰ میں عدالت ودیانت کا پایا جانا ضروری ہے۔

عاقل وبالغ ہونا: دماغی طور پر مریض اور نابالغ اپنے مال میں بھی تصرف نہیں کر سکتا تو قومی امور کا ذمہ دار کیسے بن سکتا ہے؟

عرف عام سے باخبر ہونا: علامہ شامیؒ اور سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ: "عرف اور رواج شریعت میں معتبر ہے اور غیر منصوص امور میں عرف وعادت (رسم ورواج) پر فیصلے کا دارومدار ہوتا ہے"۔ [39]

امت مسلمہ کا معتمد ہونا: مذکورہ صفات کے حامل تو کئی افراد ہوسکتے ہیں اور سب کو جمع کرنا مشکل ہے لہٰذا مذکورہ شرائط کے ساتھ ساتھ وہ ارکان مسلمانوں کی اکثریت کے معتمد بھی ہوں تاکہ دوسروں پر ان کو ترجیح حاصل ہو جائے۔

8. مشیر کے فرائض

1۔ جس معاملہ میں اس سے مشورہ لیا جارہا ہے، اگر اس میں مکمل بصیرت ہو تو مشورہ دے، ورنہ صاف کہہ دے کہ مجھے اس بارے میں کوئی جانکاری نہیں ہے۔

2۔ غور وفکر کے بعد مشیر کا ذہن جس طرف مائل ہو رہا ہے، کسی رعایت کے بغیر صاف طور پر اس کا اظہار کردے۔

3۔ مشورہ دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ جس معاملہ میں مشورہ لیا گیا ہے، اس کو راز میں رکھے، لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر نہ کرے۔

4۔ مشیر کا کام ہے صرف مشورہ دینا، اصرار یا رائے تھوپنے کا مزاج درست نہیں ہے، مشورہ لینے والے کا مقصد ہوتا ہے کہ مختلف جہتوں سے معاملہ کو پہچانا اور جانا جائے پھر غور وفکر کے بعد کسی ایک پہلو کو اختیار کیا جائے۔

38. Al-Nisa, 4: 58
39. Gohar Rehman, Islami Siyast, p,313

9. شوریٰ کے مقاصد

مختلف آرا کے سامنے آنے پر صحیح رائے اخذ کرنے میں مدد ملے گی۔

اسلام میں ملوکیت کا کوئی تصور نہیں، باہمی مشاورت سے، مطلق العنانی اور تعصب ختم ہو جائے گا۔

بعض اوقات انسان انفرادی طور پر ایسا فیصلہ کر دیتا ہے جس سے اس کو شرمندگی ہوتی ہے اور مشاورت سے ندامت سے بچ جاتا ہے۔

مشاورت سے آزادی رائے اور محاسبہ بھی ہوتا ہے جب مشاورت کا اجلاس ہوتا ہے تو رعایا بلا خوف و خطر اپنے امیر کے کردار اور گفتار پر اعتراض کر سکتی ہے جس سے حکمرانوں کا محاسبہ ہوتا ہے۔

سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قرآن وسنت کو سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے اور غیر منصوص مسائل کو بغیر مشاورت کے سمجھنا دشوار ہے۔

شوریٰ اپنی خصوصیات کی بدولت مخصوص نتائج کی ضمانت فراہم کرتی ہے اور اس کے کچھ اصول و قواعد ہیں، جن کی بدولت مطلوبہ نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

ان میں سے کچھ اصول حسب ذیل ہیں:

1. فکری سطح کی بلندی، معاشرے میں شمولیت، ہر معاملے میں فرد کی رائے لے کر اس کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
2. متبادل افکار سوچنے کی حوصلہ افزائی کرنا۔
3. اسلام کے مستقبل کی خاطر شوریٰ کے قیام اور سرگرمیوں کا تحفظ کرنا۔
4. حتی الامکان ہر معاملے کے انتظام میں زیادہ سے زیادہ اہل الرائے افراد کی شمولیت کرنا۔
5. رؤساء کے ذہنوں میں یہ خیال پروان چڑھانا کہ ضرورت پڑنے پر ان کا بھی محاسبہ ہو سکتا ہے اور رؤساء کے تادیبی اقدامات کی روک تھام اور حدبندی وغیرہ۔

10. خلاصہ

مشاورت ایک مہتم بالشان امر ہے، رشد وہدایت اور خیر وصلاح اس سے وابستہ ہے؛ جب تک کسی بھی مملکت میں مشاورت کا نظام باقی رہے گا، فساد اور ضلالت و گمراہی راہ نہیں پا سکے گی، امن اور سکون کا ماحول رہے گا، یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے حکمران تم میں سے بہترین آدمی ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملات آپس میں مشاورت سے طے ہوا کریں تو زمین کے اوپر رہنا تمہارے لیے بہتر ہے اور جب تمہارے حکمران بدترین افراد ہوں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر دفن ہو جانا تمہارے زندہ رہنے سے بہتر ہو گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں مشورہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کے تمام تر اصول و قواعد کو اچھی طرح سے جان لیں اور بالخصوص اپنی عملی زندگیوں میں اس عمل کو اس طرح شامل کر لیں جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے بطور نمونہ پیش کیا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بالخصوص خلفائے راشدین علیہم الرضوان اس پر عمل پیرا رہے۔ اللہ ہمیں اس خاص سعادت کو اپنے ہر عمل میں اپنانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین